فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۲۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا گونگا گونگوں کا امام بن سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی بولنے والا موجود نہیں، تو گونگا امام بن سکتا ہے۔

سوال: قرآن کریم کی تلاوت اونچی آواز میں کرنی چاہیے یا پست آواز میں؟

جواب: تلاوت کے وقت آواز زیادہ اونچی ہونی چاہیے، نہ بالکل پست، بس درمیانی آواز سے قرأت کرنی چاہیے، خاص کر جب اونچی آواز سے تلاوت کرنے سے کسی دوسرے کے آرام میں خلل آتا ہو۔

❀ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات باہر تشریف لائے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ آہستہ آواز سے قراءت کر رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ہوا تو وہ اونچی آواز سے تلاوت کر رہے تھے۔ جب وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ آہستہ آواز سے نماز پڑھ رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! جس ذات سے سرگوشی کر رہا تھا، اسے میں نے اپنی بات سنا دی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ بلند آواز سے قراءت کر رہے تھے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں اس

سے سوئے ہوؤں کو جگا رہا تھا اور شیطان کو بھگا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! آپ اپنی آواز قدرے بلند کیجیے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ اپنی آواز کو تھوڑا سا پست کیجیے۔''

(سنن أبي داوٗد : 1329 ، سنن التّرمِذي : 447 ، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (1161) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (733) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (1/ 310) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: کیا یہود آمین سے حسد کرتے ہیں؟

جواب: یہود آمین سے حسد اور بغض کرتے ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْيَهُودَ يَحْسُدُونَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ .

''یہود آپ سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب البغدادي : ۴۳/۱۱، المختارہ لضیاء الدین المقدسي : ۱۰۷/۵، ح : ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ، مَا حَسَدَتْكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِينِ .

''یہودی آپ سے اتنا حسد کہیں نہیں کرتے، جتنا سلام اور اور آمین کہنے پر کرتے ہیں۔''

(سنن ابن ماجة : ۸۵۶، مسند إسحاق بن راهويه : ۵۷۹، الأدب المفرد للبخاري : ۹۸۸، التاریخ الکبیر للبخاري : ۲۲/۱، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۵۸۵) نے صحیح کہا ہے، حافظ منذری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الترغيب والترهيب : ١٩٦/١)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَّرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ احْتَجَّ مُسْلِمٌ بِجَمِيعِ رُوَاتِهٖ .

''یہ سند صحیح ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ان تمام راویوں سے امام مسلم رحمہ اللہ نے احتجاجاً روایت لی ہے۔''

(مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجة : ٨٥٦)

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيحِ . ''اس کے رواۃ صحیح والے ہیں۔''

(فيض القدير : ٤٤١/٥)

اسماعیل بن ابی صالح صحیح مسلم کے راوی ہیں، جمہور نے ان کی توثیق کر رکھی ہے۔

❁ حافظ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَدْ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَمَالِكٌ وَّوَثَّقَهُ الْجُمْهُورِ .

''ان سے امام شعبہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے روایت لی ہے، انہیں جمہور نے ثقہ قرار دیا ہے۔''

(الترغيب والترهيب : ١١٠/٣)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَثَّقَهٗ نَاسٌ .

''انہیں محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔''

(الکاشف : ٤٧١/١)

یہ حدیث ان سے ان کے دوشاگرد خالد بن عبداللہ طحان اور حماد بن سلمہ بیان کر رہے ہیں، ان کی سہیل سے صحیح مسلم میں روایات ہیں۔

❀ **محمد بن اشعث** رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ہم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، آپ نے ہمیں حدیث بیان کی، فرماتی ہیں: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی کہ یہودیوں کا ایک گروہ آیا۔ ایک نے اجازت لی اور کہا السام علیکم! 'آپ پر موت ہو'، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک 'تجھ پر بھی'۔ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں غصہ پر قابو نہ پاسکی اور کہنے لگی تجھ پر بھی موت ہو، اللہ تمہارے ساتھ یوں یوں کرے، اب خیال گزرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کوئی گفتگو کی مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض ہیں۔ یہود کا وفد چلا گیا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سنی، تو غصے پر کنٹرول نہ کرسکی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: میں نے انہیں جواب دے تو دیا تھا، جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ جانتی ہو، یہود ہم سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، فرمایا: ہمیں اللہ نے قبلہ عطا کیا، یہ لوگ محروم رہ گئے، ہمیں جمعہ عطا کیا، یہ محروم رہ گئے۔ ان وجہوں سے اور جو ہم امام کی اقتداء میں آمین کہتے ہیں اس وجہ سے۔''

(السنن الکبرٰی للبیهقي : ٥٦/٢، شعب الإیمان للبیهقي : ٢٧٠٧، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو حافظ عراقی (فیض القدیر للمناوی:۵/۴۴۱) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سلیمان بن کثیر عبدی جمہور کے نزدیک ''ثقہ'' ہے۔ محمد بن اشعث، کندی ''حسن الحدیث'' ہے۔ اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۲/۵) نے ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔ امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۲۵) نے اس کی حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۵/۲) نے اس کی ایک حدیث کی سند کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ حافظ بیہقی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، یہ اس کی ضمنی توثیق ہے۔

یہودی دین اسلام کے پکے دشمن ہیں، وہ نبی کریم ﷺ کی اداؤں کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں۔ وہ ہر سنت کو حسد، بغض اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان احادیث اور آثار سے ثابت ہوا کہ نماز میں امام کے پیچھے آمین پکار کر کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جب آمین اونچی کہی جائے گی تو یہودی حسد کرے گا۔ اگر آہستہ کہیں گے، تو یہودیوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مسلمانوں نے آمین کہی ہے یا نہیں؟ جو لوگ اونچی آواز سے آمین سے روکتے ٹوکتے ہیں یا اونچی آمین کہنے والوں سے دلوں میں نفرت رکھتے ہیں، انہیں عبرت پکڑنی چاہیے۔ آج بھی مسجد حرام اور مسجد نبوی آمین سے گونج رہی ہے۔ تمام اہل حدیث مساجد میں یہ سنت زندہ ہے۔ ہم نے اسی سنت آمین کو یہاں مدلل بیان کیا ہے تاکہ جو لوگ آمین کہنے والوں سے لڑتے جھگڑتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ آمین رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ وہ اس سنت کو زندہ کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔

سوال: جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ واللہ اکبر آہستہ کہنا چاہیے یا اونچی؟

جواب: تکبیر کہتے وقت آواز قدرے اونچی ہونی چاہیے۔

سوال: جہری نمازوں میں امام بسم اللہ اونچی آواز میں پڑھے گا یا آہستہ آواز میں؟

(جواب): جہری نمازوں میں بسم اللہ اونچی پڑھنا بھی ثابت ہے اور آہستہ بھی۔

❁ نعیم بن عبداللہ مجمر تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ : ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (الفاتحة : ١)، ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ حَتّٰى إِذَا بَلَغَ ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ (الفاتحة : ٧) فَقَالَ : آمِينَ . فَقَالَ النَّاسُ : آمِينَ وَيَقُولُ : كُلَّمَا سَجَدَ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الِاثْنَتَيْنِ قَالَ : اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ پڑھی، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ جب ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ کہا، تو انہوں نے آمین کہی۔ مقتدیوں نے بھی آمین کہی۔ سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہا۔ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: میری نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آپ سب سے زیادہ مشابہ ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : ٤٩٧/٢، سنن النسائي : ٩٠٥، السنن الكبرٰى للبيهقي : ٨٥/٢، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴۹۹) امام ابن الجارود رحمہ اللہ (امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۹۸) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا صَحِيحٌ وَرُوَاتُهٗ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ .

''یہ حدیث صحیح ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

(سنن الدارقطني : ۳۰۵/۱، ح : ۱۱۵۵)

اس حدیث کو امام حاکم (۲۳۳/۱) نے امام بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .　　　''یہ سند صحیح ہے۔''

(معرفة السنن والاثار : ۷۷۳، ۷۷٦)

خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ، لَا يَتَوَجَّهُ عَلَيْهِ تَعْلِيلٌ فِي اتِّصَالِ سَنَدِهٖ وَثِقَةِ رِجَالِهٖ .

''صحیح'' ہے،اس کے راویوں کی ثقاہت اور اتصال سند میں دورائے ہو ہی نہیں سکتیں۔''

(خلاصة الأحكام للنووي : ۳۷۱/۱)

نیز اس حدیث کو حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ (الاحکام الوسطی : ۳۷۵/۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق : ۳۲۱/۲) اور نیموی حنفی (آثار السنن : ۹۴) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

''نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتدا بسم اللہ سے کرنے کے اثبات کی بہترین دلیل یہ حدیث ہے۔اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب آمین سے متعلق ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث، سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوصالح رضی اللہ عنہ کی احادیث کے بعد ذکر کی ہے اور واضح کیا ہے کہ آمین بلند آواز سے ہے۔میں کہتا ہوں کہ صرف آمین بلند آواز سے کہنے کا استدلال درست نہیں، اس کے

ساتھ ساتھ بسم اللہ بھی بلند آواز سے کہنے کا استدلال کیا جائے۔ دونوں بلند آواز سے کہی جائیں، آمین بھی اور بسم اللہ بھی۔''

(تغليق التّعليق : ٣٢٣/٢، ٣٢٤)

جن روایات میں ہے کہ نبی کریم ﷺ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے، اس سے مراد ہے کہ اونچی نہیں پڑھتے تھے، بلکہ آہستہ پڑھتے تھے۔

سوال: حدیث ابن مسعود : ''تین چیزوں کو امام آہستہ پڑھے گا......'' کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا، التَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَآمِينَ .

''امام تین چیزیں آہستہ آواز سے کہے گا، تعوذ، بسم اللہ اور آمین۔''

(المحلّٰی بالآثار لابن حزم : ٢٨٠/٢، مسئله نمبر : ٣٦٣)

سند ''ضعیف'' ہے۔ ابوحمزہ، اعور قصاب کے بارے میں علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

هُوَ مُتَّفَقٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ .

''اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔''

(عمدة القاري شرح صحيح البخاری : ٢٣٧/٨)

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ وَّذَاهِبُ الْحَدِيثِ .

''حدیث میں ضعیف ہے۔''

(العلل الكبير للترمذي : ٣٢٢)

❁ اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف الحدیث کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال : ٤٥٢٨)

❁ نیز متروک کہا ہے۔

(العلل و معرفة الرجال : ٣٢١٤)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ لَّا يُكْتَبُ حَدِيثُهٗ .

''کسی کھاتے کا نہیں۔اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔''

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : ٢٣٦/٨)

❁ امام نسائی نے ''لیس بثقۃ'' کہا ہے۔

(الضعفاء والمتروكون : ٥٨١)

امام دارقطنی (العلل : ١٦٧/٥) اور حافظ بیہقی رحمہ اللہ (السنن الکبری : ٢٥٢/٢) نے ''ضعیف'' کہا ہے، نیز اس پر امام ترمذی، حافظ عقیلی، امام ابو حاتم رازی، امام ابن حبان رحمہم اللہ وغیرہم کی جروح ہیں۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَحَادِيثُهُ الَّتِي يَرْوِيهَا خَاصَّةً عَنْ إِبْرَاهِيمَ مُحَالًا يُتَابَعُ عَلَيْهَا.

''خاص ابراہیم سے اس کی راویت کی متابعت تو ناممکن ہے۔''

(الكامل في ضعفاء الرجال : ١٥٦/٨)

یہ روایت بھی ابراہیم نخعی سے ہے۔ابراہیم اس روایت میں مدلس ہیں۔

تنبیہ:

ابومعمر (البنایہ فی شرح الہدایۃ للعینی : ۲/۲۲۶) اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ (المحلی بالا ثار لابن حزم: ۲/۲۸۰، مسئلہ: ۳۶۳) میں ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ : يُخْفِي الْإِمَامُ أَرْبَعًا، التَّعَوُّذُ، وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، وَآمِينَ ، وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، امام تعوذ، بسم اللہ، آمین اور ربنا ولک الحمد، ان چاروں کو آہستہ پڑھے گا۔''

یہ بے سند قول ہے، لہٰذا قابل التفات نہیں۔

❀ علامہ عبد الحئی، لکھنوی، حنفی (۱۳۰۴ھ) نے کیا خوب لکھا ہے:

''کہتا ہوں: ہم نے بھی آپ کی طرح کئی برس اسی دشت کی سیاحی کی۔ اس کے گوشے گوشے سے واقف ہو گئے۔ انتہائی دقت نظری اور غور وفکر کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آمین بالجہر کہنا ہی صحیح ہے، کیوں کہ یہ اولادِ عدنان کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے مطابق ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول آمین بالسر کی روایات ضعیف ہیں، جو صحیح روایات کی ہم پلہ نہیں۔ اگر یہ صحیح ہوں، تب بھی ان کا مطلب یہ ہوگا آواز بہت شدید نہ ہو، بل کہ قدرے آہستہ ہو۔ ابن ہمام رحمہ اللہ بھی یہی معنی بیان کرنا چاہتے ہیں۔ آمین بالجہر کی روایات کا یہ معنی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ آمین بالجہر بعض اوقات کہی گئی یا تعلیم کے لئے کہی گئی، کیوں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں اور آمین بالجہر کو ابتدائے اسلام کا معاملہ قرار دینا انتہائی کم زور بات ہے، کیوں کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح قرار دی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری

میں صراحت کی ہے کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی آخری زندگی میں ایمان لائے ہیں، باقی رہے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ وغیرہ کے آثار، تو ان کی صحیح مرفوع احادیث کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔''

(السّعاية في كشف ما في شرح الوقاية : ٢/١٧٦)

سوال: اداء اور قضا کسے کہتے ہیں؟

جواب: واجب کو مقررہ وقت پر ادا کرنا ''اداء'' کہلاتا ہے اور وقت سے مؤخر کرنا ''قضا'' کہلاتا ہے۔

سوال: کیا نماز تہجد کی قضا دی جا سکتی ہے؟

جواب: تہجد کسی وجہ سے رہ جائے، تو زوال آفتاب سے پہلے پہلے بارہ رکعات ادا کر لینی چاہیے۔ اس پر پورا اجر مل جاتا ہے۔

① سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ، وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ، أَوْ مَرِضَ؛ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

''رسول اللہ ﷺ کوئی عمل شروع کرتے، تو اس پر دوام فرماتے۔ بیماری یا نیند کی وجہ سے رات کو تہجد رہ جاتی، تو دن کو بارہ رکعات ادا فرما لیتے۔''

(صحيح مسلم : 746)

② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَّامَ عَنْ حِزْبِهٖ، أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ، فَقَرَأَهٗ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ

الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ.

''قیام اللیل یا اس کا بعض حصہ رہ جائے، تو فجر اور ظہر کے درمیان ادا کر لیں، تہجد کا ثواب پا لیں گے۔''(صحیح مسلم : 747)

رات کا وظیفہ رہ جائے، تو دن کو کیا جا سکتا ہے۔ یوں اجر وثواب سے آپ محروم نہیں رہیں گے اور تسلسل بھی قائم رہ جائے گا۔

(سوال): رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ سالن کیا تھا؟

(جواب): رسول اللہ ﷺ کا سب سے پسندیدہ سالن کدو تھا۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ آپ کے ایک غلام کے پاس گیا، جو درزی تھا، اس نے نبی کریم ﷺ کے حضور میں ایک تھالی پیش کی، جس میں ثرید تھی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا، نبی کریم ﷺ (اس ثرید میں سے) کدو ٹٹو لنے لگے، تو میں کدو ٹٹول ٹٹول کر آپ ﷺ کے سامنے رکھنے لگا، اس دن کے بعد مجھے بھی کدو کا سالن بہت محبوب ہے۔''

(صحيح البخاري : 5420، صحيح مسلم :2041)

(سوال): ساری ساری رات مسلسل قیام کرنا کیسا ہے؟

(جواب): دوام اور مواظبت کے ساتھ ساری ساری رات قیام غیر مستحسن ہے، البتہ کبھی کبھار پوری رات قیام کرنا جائز اور مستحب ہے۔

❀ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

أَلَمْ أُخبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟، قُلْتُ : إِنِّي أَفْعَلُ

ذٰلِكَ، قَالَ : فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ؛ هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ .

''مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ساری رات قیام کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں، کیا ایسا ہی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔فرمایا: جب آپ ایسے کریں گے تو آنکھ بیٹھ جائے گی اور آپ کمزور پڑ جائیں گے۔ جان کا آپ پر حق ہے، گھر والوں کا آپ پر حق ہے، لہٰذا روزہ رکھیں بھی اور چھوڑیں بھی، قیام بھی کریں اور سو بھی لیا کریں۔''

(صحيح البخاري : 1153؛ صحيح مسلم : 186/1159)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''تین آدمی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا احوال معلوم کرنے آئے، جب انہیں بتایا گیا تو گویا انہوں نے اسے کم محسوس کیا، چنانچہ انہوں نے کہا: ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھلا کیا مقابلہ..؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف کر دی ہیں۔ایک نے کہا: میں تو ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرا بولا: میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی نہیں چھوڑوں گا، تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے اجتناب کروں گا اور شادی نہیں کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آ کر فرمایا: کیا آپ نے اس طرح کی باتیں کی ہیں؟ اللہ کی قسم! میں آپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، آپ سے زیادہ متقی ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں، میں نے شادی بھی کر رکھی ہے، لہٰذا جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، وہ میرے

طریقے پر نہیں۔“

(صحيح البخاري : 5053، صحيح مسلم :1401)

یہ روایت بخاری (7084) اور مسلم (1847) میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

❀ سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری رات نماز پڑھی اور فجر تک پڑھتے رہے، سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، آج آپ نے جو نماز پڑھی ہے، ایسی نماز پڑھتے میں نے آپ کو نہیں دیکھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جی ہاں! اس نماز میں شوق اور خوف کی آمیزش تھی، میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں، دو اس نے مجھے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے کہا اللہ میری امت کو پہلی امتوں کی طرح ہلاک نہ کرنا، یہ دعا قبول ہوئی، عرض کیا اللہ! دشمن ہم پر غالب نہ ہو، یہ بھی قبول ہوئی اور آخری دعا یہ تھی کہ اللہ ان میں پھوٹ نہ ڈالنا، یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔“

(سنن النّسائي : 1639، سنن التِّرمِذي : 2175، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن غریب صحیح“ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (7236) نے ”صحیح“ کہا ہے۔ حافظ نووی رحمہ اللہ (خُلاصة الأحكام :1/595) نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

ساری ساری رات قیام کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔ البتہ دوام و مواظبت کے بغیر کبھی کبھار ایسا کر لینا درست ہے۔

(سوال): شعروشاعری کا کیا حکم ہے؟

(جواب): اشعار نثر ہی کی طرح ہیں، شاعرانہ کلام شریعت کے مقاصد سے ہم آہنگ ہو، تو ایسا کلام پڑھنا جائز ہے، الفاظ میں غلو، جھوٹ اور خلاف حقیقت باتیں ہوں، تو ایسی شاعری اور ایسے شعراء کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ شاعر نہ تھے، مگر غیر ارادی طور پر آپ ﷺ نے بھی ایک دو اشعار کہے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کو شعر گوئی کا فرمایا کرتے تھے۔ بعض صحابہ کی تعریف وستائش بھی فرماتے تھے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے اشعار کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ .

''وہ کلام ہے، اچھا ہو، تو اچھا اور برا ہو، تو برا۔''

(مسند ابی یعلیٰ : 4760، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً .

''بعض اشعار میں حکمت ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 6145)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ يَحْفِرُونَ الْخَنْدَقَ، فَقَالَ :

اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ، فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

فَأَجَابُوهُ :

نَحْنُ الَّذِينَ بَايَعُوا مُحَمَّدَا ...... عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِينَا أَبَدَا

''ایک ٹھنڈی صبح رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار کی معیت میں خندق کھود رہے تھے، رسول اللہ ﷺ فرماتے:

''اللہ! اصل بھلائی تو آخرت میں ہے، تو مہاجرین وانصار کو معاف فرما۔''

تو صحابہ جواب میں کہتے:

''ہم نے محمد ﷺ کے ہاتھ پر ہمیشہ کے لئے جہاد کی بیعت کر لی ہے۔''

(صحيح البخاري :7201، صحيح مسلم : 1805)

❁ **سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے قریظہ کے دن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا:**

اُهْجُ الْمُشْرِكِينَ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ مَعَكَ .

''(اشعار سے) مشرکین کی ہجو کیجئے، جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں۔''

(صحيح البخاري : 4124، صحيح مسلم : 2486)

مذموم اشعار کی مذمت بھی فرمائی گئی ہے۔

❁ **سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:**

لَأَنْ يَمْتَلِءَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَمْتَلِءَ شِعْرًا .

''کسی شخص کے پیٹ کا پیپ اور فاسد مادوں سے بھرنا، شعر بھرنے سے بہتر ہے۔''

(صحيح البخاري : 6155، صحيح مسلم : 2259)

(سوال): خنزیر کی کھال کا چمڑا بنانا کیسا ہے؟

(جواب): خنزیر نجس العین ہے، اس کی کسی چیز سے انتفاع جائز نہیں۔

۞ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقُوا ...... أَنَّ لَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَشَحْمَهٗ وَوَدَكَهٗ وَغُضْرُوفَهٗ وَمُخَّهٗ وَعَصَبَهٗ حَرَامٌ كُلُّهٗ وَكُلُّ ذٰلِكَ نَجِسٌ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ...... خنزیر کا گوشت، چربی، چکنائی، نرم ہڈی، بھیجہ اور اعصاب سب کچھ حرام ہے، نیز سب نجس ہے۔''

(مَراتب الإجماع، ص 23)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''خنزیر کی حرمت میں پورے کا پورا خنزیر داخل ہے، یعنی اس کے تمام ظاہری اور باطنی اجزا۔ ذرا تدبر کیجیے کہ کیسے خنزیر کے گوشت کا ذکر کر کے اس کے کھانے کی حرمت کی طرف اشارہ کر دیا، چونکہ خنزیر میں زیادہ چیز گوشت ہے، اس لیے گوشت کا ذکر کر کے اس کے کھانے کو حرام کر دیا، کسی اور چیز کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے برعکس (احرام کے حالت میں) شکار (کی حرمت میں) یہ نہیں کہا کہ تم پر شکار کا گوشت حرام کیا گیا ہے، بلکہ خود شکار کو حرام کیا ہے، اس میں شکار کے جانور کو قتل کرنا اور اسے کھانا دونوں شامل ہیں۔ جبکہ جب (خنزیر کی) تجارت کو حرام کیا، تو پورے خنزیر کا ذکر کیا اور اس کی حرمت گوشت کے ساتھ خاص نہیں کی، تاکہ بیع کی حرمت زندہ اور مردہ خنزیر کو شامل ہو۔''

(زاد المَعاد : 674/5)

(سوال): کلماتِ اذان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): اذان اسلام کا شعار ہے۔ غلبہ اسلام کی پکار ہے۔ اپنے اندر کئی عقائد کے مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔ یہ پاکیزہ اور پُر تاثیر کلمات کا مجموعہ ہے۔ اذان اللہ کی زمین پر اس کی توحید کی پنجگانہ پکار ہے۔ اس کے کلمات دلوں کو مو لیتے ہیں۔ ایمان میں بہار آ جاتی ہے۔ عجیب سماں بندھ جاتا ہے۔ زمین و آسمان جھوم جاتے ہیں۔ فضائے آسمانی میں عجیب سے کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کیلئے پیغام ہے۔ اس میں کئی حکمتیں پنہاں ہیں۔ اذان سے شیطان بھاگتا ہے۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَسْمَعُ مَدٰى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ، إِلَّا شَهِدَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''جن، انسان یا جو چیز بھی مؤذن کی آواز سنتی ہے، قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دے گی۔'' (صحيح البخاري : 609)

(سوال): اذان کی ابتدا کیسے ہوئی؟

(جواب): سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا، تو میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور

بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ **پھر اس نے تھوڑی دور جا** *کر کہا:* **اقامت** *یوں کہیں:* اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ **صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جایئے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''**

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیھقي : ۱/ ۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع شرح المھذب : ۳/ ۸۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال : کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو سالن کہا ہے؟

جواب : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو بہترین سالن قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، تو انہوں نے عرض کیا : ہمارے پاس تو صرف سرکہ ہی موجود ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منگوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرکہ کھاتے کھاتے ساتھ فرمانے لگے : سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے! سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے!''

(صحيح مسلم : 2052)

سوال : کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مرغ کھایا؟

جواب : جی ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغ کھایا ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ مرغ کھا رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : 5518، صحيح مسلم : 1649)